قرآنی دعوت کا ایک عظیم واقعہ

ڈاکٹر عصمت اللہ ○

قرآن مجید، تواریخ یا کہانیوں کی کتاب نہیں، لیکن اس میں تاریخ کے ان حقائق کا تذکرہ ہے، جن کے معلوم کرنے کا دوسرا کوئی ذریعہ انسانوں کو دستیاب نہیں ہے۔ قرآن مجید میں مذکور تاریخی واقعات اور ماضی کی تاریخ، سب سے زیادہ قابلِ اعتماد اور ثابت شدہ تاریخی حقائق ہیں۔ قرآن مجید کا تاریخی واقعات وحقائق اور قوموں نیز شخصیات کے احوال بیان کرنے کا ایک منفرد اور خاص انداز ہے۔ یہ حقائق و واقعات زمان ومکان اور غیر متعلقہ تفصیلات کے حوالے سے بالعموم خاموش ہیں۔

قرآنی قصوں کی اہمیت و مقاصد

قرآنی قصوں، حکایات اور واقعات کے کچھ مخصوص اور متعین اغراض ومقاصد ہیں، جن کو پیشِ نظر رکھ کر وقتاً فوقتاً یہ قصے اور واقعات قرآن نے پیش کیے:

- وحی ورسالت کا اثبات کہ خالقِ کائنات نے انسان کی رہنمائی کے لیے نبوت ورسالت کا سلسلہ قائم کیا اور ہمیشہ پیغمبر مبعوث فرمائے۔
- انبیا کرامؑ اور ان کے بعد امت کے علما وصالحین نے دعوت الی اللہ کا کام جانفشانی سے سرانجام دیا، اور اس مقصد کے لیے دستیاب مختلف وسائل کو اختیار کیا۔
- انبیا کرامؑ کی دعوت پر ایمان لانے والے پیروکاروں کے اچھے انجام اور مخالفین کے عبرت ناک انجام کا بیان بھی ان قصوں سے مقصود ہے۔

○ بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

- اللہ تعالیٰ کے وعدوں، وعید، تبشیر اور اِنذار کا بیان۔
- انبیا کرامؑ اور اولیاء اللہ پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کا تذکرہ۔
- حق و باطل کے درمیان ازل سے جاری کشمکش میں، دشمن شیطان کے حربوں اور دشمنیوں سے واقفیت فراہم کرنا۔
- انبیا کرامؑ کے معجزات کے ذریعے نبیوں کی صداقت، اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بیان۔

'اصحاب الاخدود' کے واقعے کی تربیتی اور دعوتی اہمیت اور دیگر کئی مقاصد کے پیشِ نظر اس کو قرآن مجید اور حدیث دونوں میں بیان کیا گیا۔ دوسرے یہ کہ اس کے راوی، صحابہ کرامؓ میں سے وہ لوگ ہیں، جو خود مکہ مکرمہ میں مشرکین مکہ کے شدید ظلم وستم اور تشدد کا شکار بنتے رہے۔

پہلے اور اصل راوی حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ ہیں، جن کو قریش بہت ستاتے تھے، جسمانی اذیت کے علاوہ، ہجرت مدینہ کے وقت ان کے مال وجایداد پر قبضہ کرلیا۔ بے سروسامانی کی حالت میں آپ کی آمد قبا میں ہوئی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش خبری دی: رَبِحَ الْبَيْعُ أَبَا يَحْيٰى، ابویحییٰ![1] کامیاب تجارت کر کے آئے ہو۔

اس قصے کا ایک حصّہ حضرت خبابؓ بن الارتؓ سے روایت ہوا ہے۔ یہ ایک قریشی عورت کے غلام تھے، جو لوہے کی گرم سلاخوں پر ان کو لٹاتی تھی یہاں تک کہ ان کے جسم، پشت کی چربی سے وہ سلاخیں بجھ جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ''یا رسولؐ اللہ! آپؐ ہماری مدد و نصرت کے لیے دعا کیوں نہیں کرتے؟'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم سے پہلی امتوں میں گڑھا کھود کر ایک مسلمان فرد کو اس میں ڈال دیا جاتا پھر لوہے کی کنگھیوں سے ہڈیوں تک اس کا گوشت نوچ لیا جاتا تھا۔ اس کے سر پر آرا رکھ کر اس کے جسم کو دو حصوں میں چیر ڈالا جاتا، اور وہ اپنے دین سے نہیں پھرتا تھا''۔ (بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، حدیث: ۳۴۳۶)

اسی طرح یہ ابتدا سے آخر تک مجسمِ دعوت قصہ ہے، جس میں دعوتی ترجیحات واوّلیات کی

---

[1] ملاحظہ ہو: سیر اعلام النبلاء، المؤلف: شمس الدین بن احمد الذہبی (م: ۷۴۸ھ) ج ۲ ص ۱۷ اور المعجم الکبیر، الطبرانی، حدیث: ۷۱۴۰

وضاحت اور مراحلِ دعوت میں فطری ارتقا ہے۔ ابتدا میں صرف ایک شخص، رازداری، خفیہ دعوت، پھر علانیہ دعوت کے عمل سے گزرتا ہے، اور پھر بڑے پیمانے پر لوگ دعوت قبول کرلیتے ہیں، دعوت کے کارکنان وتنظیمات کے لیے ایک کامیاب تجربہ بطور نمونہ ومثال پیش کردیا گیا ہے، جس سے فکری وعملی تبدیلی پر مشتمل مکمل دعوت، اس کی اہمیت، ترجیحات، انفرادی واجتماعی دعوت کے مختلف مراحل میں واضح اور بہترین رہنمائی ملتی ہے۔

ہمیشہ دعوت کے نتیجے میں افراد بتدریج تبدیل ہوتے ہیں۔ قلیل تعداد آہستہ آہستہ مرورِ زمانہ سے کثیر تعداد میں تبدیل ہوتی ہے اور بالآخر تبدیلی مکمل ہوجاتی ہے، جب کہ اس قصے میں ابتدا سے آخر تک انقلاب اور تبدیلی کے صرف تین کردار ہیں۔

اس قصے کے بارے ایک روایت کے مطابق، نجران میں منسوب جگہ کا مَیں مشاہدہ کرچکا ہوں، جہاں مقامی لوگ نوجوان کے مدفن کو حضرت عمرؓ کے دور میں کھولے جانے کا واقعہ ذکر کرتے ہیں۔

قرآن مجید نے اس قصہ کا ذکر مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر ظلم وستم کے دور میں نازل ہونے والی سورۂ بروج میں کیا:

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ۝۱ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ۝۲ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ۝۳ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ۝۴ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ۝۵ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ۝۶ وَّهُمْ عَلٰي مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ۝۷ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ۝۸ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ۝۱۰ (البروج ۸۵:۱-۱۰) قسم ہے برجوں والے آسمان کی، اور اس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے (یعنی قیامت)، اور دیکھنے والے کی اور دیکھی جانے والی چیز کی۔ مارے گئے ایندھن بھری آگ کی خندق والے، جب کہ وہ اس پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور جو کچھ وہ اہل ایمان کے ساتھ کر رہے تھے اسے دیکھ رہے تھے۔ اور ان اہل ایمان سے ان کی دشمنی صرف اس وجہ سے تھی کہ وہ اس خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے، جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی

ہے، اور اللہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ بے شک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومنہ عورتوں پر ظلم وستم توڑا، پھر اس سے تائب نہ ہوئے، یقیناً ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور جلائے جانے کی سزا ہے۔

امام ترمذی[۱] مسلم[۲] احمد بن حنبل[۳] محمد بن جریر طبری[۴] اور کئی دیگر محدثین[۵] نے حضرت صہیب بن سنان رومیؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد کچھ کلمات اس طرح دُہرا رہے ہوتے کہ ہمیں ہونٹ حرکت کرتے نظر آتے لیکن بات سمجھ نہ پاتے۔ پوچھا گیا تو آپؐ نے ایک نبی کا واقعہ بیان کیا کہ وہ ایک مرتبہ اپنی فوج کی قوت پر کہنے لگے: ان کا مقابلہ کون کرسکتا ہے؟! تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تین میں سے کسی ایک کا اختیار دیا، یعنی بیرونی دشمن کا تسلط وغلبہ، بھوک وقحط، یا موت۔ انھوں نے اپنی قوم کے مشورے سے موت کو منتخب کیا، جس پر ان کے ۷۰ ہزار آدمی تین روز میں موت کے منہ میں چلے گئے۔ تم جو مجھے ہونٹ ہلاتے دیکھتے ہو، میں اسی واقعے کو یاد کر کے اللہ سے یہ دعا کرتا ہوں: اَللّٰھُمَّ بِکَ أُقَاتِلُ وَبِکَ أُصَاوِلُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ، یعنی اے اللہ! میں تو تیری مدد وتوفیق سے ہی دشمن سے لڑتا ہوں، اور برائی سے بچ کر نیک کام کرلینا اللہ ہی سے وابستگی اور اس کی توفیق سے ہے۔

اصحاب الاخدود کا واقعہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے:

تم سے پہلے ایک بادشاہ تھا جس کے پاس ایک جادوگر تھا۔ جب وہ جادوگر بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں اور مجھے خدشہ ہے کہ کہیں میرا علم میرے ساتھ

---

[۱] سنن الترمذی، ابواب التفسیر، حدیث: ۳۳۴۰

[۲] صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق، باب قصہ اصحاب الاخدود حدیث: ۷۳-(۳۰۰۵)

[۳] مسند احمد: ۳۹/ ۳۵۱، حدیث ۲۳۹۷۶۔

[۴] جامع البیان فی تاویل القرآن، ۲۴/ ۳۳۹-۳۴۰، المؤلف: محمد بن جریر الطبری [۲۲۴-۳۱۰ھ] المحقق: احمد محمد شاکر، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الاوّل، ۱۴۲۰ھ، ۲۰۰۰م، الا جزاء: ۲۴

[۵] حوالہ جات کی تفصیل اس مضمون کے آخر میں ملاحظہ کیجیے۔ (ادارہ)

ہی دفن نہ ہوجائے، اس لیے آپ میرے پاس ایک ذہین علم کے شوقین لڑکے کو بھیجیں تاکہ میں اسے اپنا علم/ جادو سکھا سکوں۔اس پر بادشاہ نے ایک لڑکا جادو سیکھنے کے لیے اس کے پاس بھیج دیا۔ جب اس لڑکے نے اس کے پاس جانا شروع کیا تو راستے میں ایک عیسائی عبادت گاہ (صومعہ) میں ایک راہب تھا۔ ان عبادت گاہوں والے اس وقت کے مسلمان تھے۔ وہ لڑکا اس راہب کے پاس بیٹھا اور اس کی باتیں سننے لگا، جو اسے پسند آئیں۔ پھر جب بھی وہ جادوگر کے پاس آتا اور راہب کے پاس سے گزرتا تو اس کے پاس بیٹھتا اور اس کی باتیں سنتا اور مختلف سوالات کرتا رہتا۔ ایک عرصے تک اس کا یہی معمول رہا اور بالآخر راہب نے یہ کہہ کر اسے بتادیا کہ میں تو اللہ کا بندہ ہوں۔ اسی کی عبادت کرتا ہوں۔اب وہ لڑکا جادوگر کے پاس جاتے ہوئے، راستے میں راہب کے پاس بیٹھ جانے کی وجہ سے جادوگر کے پاس تاخیر سے پہنچتا۔ دیر سے آنے کی وجہ سے وہ اس کو مارتا اور لڑکے کے گھر والوں کو بھی بتادیا کہ یہ تو میرے پاس بہت کم حاضر ہوتا ہے۔اس لڑکے نے اس کی شکایت راہب سے کی تو راہب نے کہا کہ اگر تجھے جادوگر مارنے لگے تو کہہ دیا کر کہ مجھے میرے گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب تجھے گھر والوں سے پٹائی کا ڈر ہو تو کہہ دیا کر کہ مجھے جادوگر نے روک لیا تھا۔

اسی دوران ایک مرتبہ ایک درندے نے لوگوں کا راستہ روک لیا کہ ان کا گزرنا مشکل ہورہا تھا۔ جب لڑکا اس طرف آیا تو اس نے کہا کہ میں آج جاننا چاہوں گا کہ جادوگر افضل ہے یا راہب اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے؟ اور پھر ایک پتھر پکڑا اور کہنے لگا: ’’اے اللہ، اگر تجھے جادوگر کے معاملے سے راہب کا معاملہ زیادہ پسندیدہ ہے تو اس درندے کو ماردے تاکہ لوگوں کا آنا جانا ہو‘‘۔ اور پھر پتھر سے درندے کو ماردیا اور لوگ گزرنے لگے۔ پھر وہ لڑکا راہب کے پاس آیا اور اسے یہ خبر دی تو راہب نے اس لڑکے سے کہا: اے میرے بیٹے! آج تو مجھ سے افضل ہے کیونکہ تیرا معاملہ اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ جس کی وجہ سے تو عنقریب ایک مصیبت میں مبتلا کردیا جائے گا۔ پھر اگر تو کسی مصیبت میں مبتلا کردیا جائے تو کسی کو میرا نہ بتانا۔ وہ لڑکا مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو صحیح کردیتا تھا بلکہ لوگوں کا بیماری سے علاج بھی کردیتا تھا۔اسی دوران بادشاہ کا ایک ہم نشین اندھا ہوگیا۔ اس نے لڑکے کے بارے میں سنا تو وہ بہت سے تحفے لے کر اس کے پاس آیا اور اسے کہنے

لگا: اگر تم مجھے شفا دے دو تو یہ سارے تحفے جو میں یہاں لے کر آیا ہوں وہ سارے تمھارے لیے ہیں۔ اس لڑکے نے کہا ''میں تو کسی کو شفا نہیں دے سکتا، شفا تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ اگر تو اللہ پر ایمان لے آئے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ وہ تجھے شفا دے دے''۔ لڑکے نے اس کے لیے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفا عطا فرما دی۔ نتیجے میں وہ شخص اللہ پر ایمان لے آیا۔

وہ آدمی اپنے معمول کے مطابق بادشاہ کے پاس آیا اور اس کے پاس بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے اس سے کہا کہ کس نے تجھے تیری بینائی واپس لوٹا دی؟ اس نے کہا: میرے ربّ نے۔ بادشاہ نے کہا: کیا میں نے؟ اس نے کہا: نہیں، اللہ نے جو میرا اور تیرا دونوں کا رب ہے۔ بادشاہ نے کہا: کیا میرے علاوہ تیرا اور کوئی ربّ بھی ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ اب بادشاہ اس کو پکڑ کر عذاب دینے لگا تو اس نے بادشاہ کو اس لڑکے کے بارے میں بتا دیا۔ اس لڑکے کو لایا گیا تو بادشاہ نے اس سے کہا: ''اے بیٹے! کیا تیرا جادو اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اب تو مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو بھی شفا دینے لگ گیا ہے اور ایسے ایسے کرتا ہے؟'' لڑکے نے کہا: ''میں تو کسی کو شفا نہیں دیتا، شفا تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے''۔

بادشاہ نے اسے پکڑ کر سخت تشدد کا نشانہ بنایا۔ یہاں تک کہ اس نے راہب کے بارے میں بادشاہ کو بتا دیا۔ راہب کو پکڑ کر لایا گیا، تو اس سے کہا گیا: ''تو اپنے اس دین سے پھر جا''۔ راہب نے انکار کر دیا۔ پھر بادشاہ نے آرا منگوایا اور اس راہب کے سر پر رکھ کر اس کا سر چیر کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ پھر بادشاہ کے ہم نشین کو لایا گیا اور اس سے بھی کہا گیا کہ ''تو اپنے دین سے پھر جا''۔ اس نے بھی انکار کر دیا۔ بادشاہ نے اس کے سر پر بھی آرا رکھ کر سر کو چیر کر اس کے دو ٹکڑے کروا دیئے۔

پھر اس لڑکے کو بلوایا گیا۔ وہ آیا تو اس سے بھی یہی کہا گیا کہ اپنے دین سے پھر جا۔ اس نے بھی انکار کر دیا تو بادشاہ نے اس لڑکے کو اپنے کچھ لوگوں کے حوالے کر کے کہا: ''اسے فلاں پہاڑ پر لے جاؤ اور اسے اس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھاؤ۔ اگر یہ اپنے دین سے پھر جائے تو اسے چھوڑ دینا اور اگر انکار کر دے تو اسے پہاڑ کی چوٹی سے نیچے پھینک دینا''۔

چنانچہ بادشاہ کے ساتھی اس لڑکے کو پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے تو اس لڑکے نے دعا کرتے ہوئے کہا: ''اے اللہ تو مجھے ان سے بچانے کے لیے کافی ہے جس طرح تو چاہے مجھے ان سے بچا لے''۔

اس پہاڑ پر فوراً ایک زلزلہ آیا، جس سے بادشاہ کے وہ سارے کارندے گر گئے اور وہ لڑکا چلتے ہوئے واپس بادشاہ کی طرف آ گیا۔ بادشاہ نے اس لڑکے سے پوچھا کہ ''تیرے ساتھیوں کا کیا ہوا؟'' لڑکے نے کہا: ''اللہ پاک نے مجھے ان سے بچا لیا ہے''۔

بادشاہ نے پھر اس لڑکے کو اپنے کچھ دیگر لوگوں کے حوالے کر کے کہا: ''اگر یہ اپنے دین سے نہ پھرے تو اسے ایک چھوٹی کشتی میں لے جا کر سمندر کے درمیان میں پھینک دینا''۔ بادشاہ کے ساتھی اس لڑکے کو لے گئے تو اس لڑکے نے پھر دعا کی اور کہا: ''اے اللہ تو جس طرح چاہے مجھے ان سے بچا لے''۔ پھر وہ کشتی بادشاہ کے ان کارندوں سمیت الٹ گئی اور وہ سارے کے سارے غرق ہو گئے اور وہ لڑکا چلتے ہوئے بادشاہ کی طرف واپس آ گیا۔ بادشاہ نے اس لڑکے سے کہا: ''تیرے ساتھیوں کا کیا ہوا؟'' اس نے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بچا لیا ہے''۔

پھر اس لڑکے نے بادشاہ سے کہا: ''تو مجھے قتل نہیں کر سکتا، جب تک کہ اس طرح نہ کر جس طرح کہ میں تجھے حکم دوں''۔ بادشاہ نے کہا: ''وہ کیا؟'' اس لڑکے نے کہا: ''سارے لوگوں کو ایک میدان میں اکٹھا کرو اور مجھے سولی کے تختے پر لٹکاؤ۔ پھر میرے ترکش سے ایک تیر کو پکڑو پھر اس تیر کو کمان کے حلہ میں رکھ کر یہ کہو: ''اس اللہ کے نام سے، جو اس لڑکے کا ربّ ہے۔ پھر مجھے تیر مارو۔ اگر تم اس طرح کرو، تو مجھے قتل کر سکتے ہو''۔

پھر بادشاہ نے لوگوں کو ایک میدان میں اکٹھا کیا اور اس لڑکے کو سولی کے تختے پر لٹکا دیا۔ پھر اس کے ترکش میں سے ایک تیر لیا۔ پھر اس تیر کو کمان میں رکھ کر کہا: ''اس اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا ربّ ہے''۔ پھر وہ تیر اس لڑکے کو مارا تو وہ تیر اس لڑکے کی کنپٹی میں جا گھسا۔ لڑکے نے اپنا ہاتھ تیر لگنے والی جگہ پر رکھا اور مر گیا۔ اس پر سب لوگوں نے بیک آواز کہا: ''ہم اس لڑکے کے ربّ پر ایمان لائے، ہم اس لڑکے کے ربّ پر ایمان لائے، ہم اس لڑکے کے ربّ پر ایمان لائے''۔

بادشاہ کو اس کی خبر دی گئی اور اس سے کہا گیا: ''تجھے جس بات کا ڈر تھا، اب وہی بات آن پہنچی کہ سب لوگ لڑکے کے ربّ، اللہ پر ایمان لے آئے''۔

تو پھر بادشاہ نے گلیوں کے دھانوں پر خندقیں کھودنے کا حکم دیا۔ خندقیں کھودی گئیں، تو ان خندقوں میں آگ جلا دی گئی۔ بادشاہ نے کہا: ''جو آدمی اپنے دین سے پھر جائے گا تو میں اس کو

چھوڑ دوں گا، اور جو اپنے قدیم دین پر واپس نہیں آئے گا اس کو میں اس آگ کی خندق میں ڈلوا دوں گا''۔ چنانچہ تیزی کے ساتھ مسلمانوں کو دہکتی ہوئی آگ میں دھکیل دیا گیا۔ اسی دوران ایک عورت آئی اور اس کے ساتھ ایک دودھ پیتا بچہ بھی تھا۔ وہ عورت خندق میں گرنے سے گھبرائی تو اس کے بچے نے کہا: ''اے امی، صبر کر، کیونکہ تو حق پر ہے''۔

اس نوجوان کو شہادت کے بعد دفن کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں اس کی قبر کشائی کی گئی، تو اس کی انگلی کنپٹی کی اسی جگہ پر تھی جہاں اس کو تیر لگا تھا۔

دعوتی رہنمائی، دروس و عبر

اس قصے کی خوب صورتی، کثرتِ دروس، شدتِ تاثیر کو نظر میں رکھیں، تو کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کا کوئی عظیم ادیب بھی اتنے خوب صورت انداز میں اس کو نہیں لکھ سکتا تھا، جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو امت کی رہنمائی کے لیے بیان فرمایا۔

ہمارے عوام بالعموم اور نوجوان نسل بالخصوص آج کل سوشل و پرنٹ میڈیا کے لچر و بیہودہ ڈراموں، افسانوں، کہانیوں اور ناولوں میں اپنے قیمتی اوقات ہی نہیں صحت و مال اور اخلاق و کردار بھی برباد کر رہی ہے۔ ایسے میں شدید ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ صاحب ایمان باغیرت مسلمان، عوام الناس اور نوجوان نسل کی تربیت کے لیے ان قرآنی و نبوی قصوں کو کام میں لائیں۔

اس قصّے میں نوجوان کے لیے 'غلام' کا لفظ استعمال ہوا ہے، جو عربی میں دودھ چھڑانے کے بعد سے سن تمیز تک کی عمر کے بچوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ آج بھی ہم اس بچے سے سبق سیکھ سکتے ہیں۔

اس واقعے کے زمانے کے متعلق حدیث میں تین الفاظ 'قبلکم' اور 'راھب' اور 'صومعۃ' اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ واقعہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعد کا ہے۔ البتہ اس کی سب عبرتیں، حکمتیں اور رہنمائی زمان و مکان اور قومیتوں کی حدود و قیود سے ماورا اور قیامت تک کے لیے ہے:

۱- جابر بادشاہوں اور ظالم حکمرانوں کی اولین ترجیح عوام کی خیر خواہی اور خدمت نہیں بلکہ عوام کو اپنا غلام اور ماتحت سمجھ کر، اقتدار و سلطنت کا تحفظ سب سرگرمیوں کا مرکز و محور ہوتا ہے، جس کے لیے وہ ہر حربہ حتیٰ کہ جادوٹونہ بھی اختیار کرتے ہیں۔

۲- عالم یا کسی فن کے ماہر کو اگر ہونہار اور ذہین شاگرد میسر نہ ہوسکیں تو اس کا علم وفن اس کے ساتھ ہی دفن ہوجاتا ہے۔

۳-حصولِ علم کا بہترین زمانہ بچپن کا عرصہ ہے۔

۴- یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم مشیت اور تدبیر تھی کہ عالم دین کی مجلس کا مقام، اس بچے اور جادوگر کے راستے میں تھا کہ جب ہونہار بچہ وہاں سے گزرے تو بیٹھ کر عالم دین سے سیکھے۔

۵-کوئی زمانہ اور ملک، ایمان اور علم نافع رکھنے والے علمائے ربانیین سے خالی نہیں رہا۔

۶ -حُسن اخلاق اور شیریں کلامی کی بہت اہمیت ہے۔ داعی اہل ایمان، صالحین اور علما بالعموم حسن اخلاق اور شیریں کلامی سے عامۃ الناس کے دل ودماغ کو فتح کر لیتے ہیں۔

۷-فہم سلیم اور علم نافع میں اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھی ہے کہ انسان کو ایک حلاوت واستقامت بخشتا ہے۔ عالمِ دین کی علم ومعرفت پر مبنی گفتگو کا اثر تھا کہ نوجوان نے گھر والوں اور جادوگر کی شدید مار پٹائی کے باوجود عالم دین کی مجلس نہیں چھوڑی۔ وہ آتے جاتے اس مجلس میں ضرور بیٹھتا۔

۸ - عالم دین نے اس نوجوان کو رازداری کی غرض سے جادوگر اور اپنے والدین کے سامنے غلط بیانی کا مشورہ دیا۔ یہ اضطرار کی کیفیت تھی کہ اہل ایمان بہت کم اور مظلوم تھے۔ اس کا مشورہ ’توریہ‘اور’معاریض‘ کی قسم سے تھا، جس کی شریعت نے گنجایش دی ہے۔

۹- یہ نوجوان عالم دین کے پاس بیٹھتا، مگر شاہی فرمان کی وجہ سے جادوگر کے پاس بیٹھنے پر بھی مجبور تھا۔ لیکن اس نے درندے کے واقعے کو اپنے دلی اطمینان اور مستقبل کی راہ متعین کرنے کے لیے ایک کسوٹی کے طور پر استعمال کیا۔

۱۰- اللہ جلّ جلالہ، اپنے نیک اور صالح بندوں کی دعا قبول کرتا ہے اور ان کے ہاتھ پر ایسی کرامات کا ظہور ہوتا ہے، جس سے حق کے مخالفین پر واضح ہوتا ہے کہ وہ حق پر ہیں۔

۱۱- درندہ جانور کے واقعے اور موقعے پر موجود لوگوں کو اس نوجوان کی کرامت واضح نظر آئی، اور ان کو یقین ہوگیا کہ وہ ایک ممتاز مقام کا مالک ہے۔

۱۲- شاگرد مشکل امور میں رہنمائی کے لیے اپنے شیخ کے علم، حکمت اور تجربہ سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔ نوجوان نے درندے کا راستہ روکنے کا واقعہ شیخ کو بتا کر ہدایات ورہنمائی طلب کی۔

۱۳- کبھی شاگرد، اپنے شیخ سے زیادہ ممتاز مقام حاصل کر لیتا ہے: ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (الجمعۃ ۶۲:۴) ''یہ اس کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے دیتا ہے، اور وہ بڑا فضل فرمانے والا ہے''۔ عالمِ دین نے نوجوان کی زبان سے جانور کا واقعہ سن کر اعتراف کیا کہ وہ شیخ سے زیادہ بہتر وافضل ہے حالانکہ وہ اسی کا سکھایا پڑھایا تھا۔

۱۴- اہلِ صدق واخلاص کی دل چسپی شہرت اور ریاست میں نہیں بلکہ خیر وحق کی نشرواشاعت میں ہوتی ہے۔ وہ ان کے ذریعے سے ہو یا کسی دوسرے کے ہاتھ سے۔

۱۵- اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ وہ کسی شیخ کو ایسا شاگرد نصیب کر دے، جو اس کے علم وفضل اور دعوت کے پھیلانے میں مددگار ثابت ہو۔

۱۶- عالم دین نے اپنے علم وحکمت کی بنا پر اس کو بتادیا کہ عوام الناس جب گمراہی میں مبتلا ہوں تو ایسے میں سچے اور مخلص داعی آزمایشوں کا شکار ہوتے ہیں۔

۱۷- مومن جان بوجھ کر کبھی اپنے آپ کو آزمایش اور امتحان میں نہیں ڈالتا۔ اسی لیے اس عالمِ دین نے رازداری کی تاکید کی۔ اس احتیاط کے باوجود اگر مسلمان آزمایشوں میں گھر جائے تو اللہ تعالیٰ سے صبروثبات کی توفیق طلب کرنا چاہیے۔

۱۸- اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کو مستجاب الدعوۃ بنایا، تو اس نے اس خصوصیت کو دعوت الی اللہ کے لیے استعمال کیا۔ اس کے برعکس جعلی پیروں اور اپنے منہ سے مشائخ کہلوانے والے ایسی خصوصیات کو اپنی شخصی اغراض ومفادات کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

۱۹- نوجوان کوئی نذرانہ، ہدیہ قبول نہیں کرتا تھا۔ اس کی اوّلین ترجیح لوگوں کی ہدایت ہوتی تھی۔

۲۰- نوجوان لوگوں کے لیے شفا کی دعا کرتے وقت ہی بڑی وضاحت سے ان کو بتادیتا کہ وہ شفا کا مالک نہیں ہے، بلکہ شفا صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہی شفا دیتا ہے۔ اس طرح جس دروازہ سے شیاطین جن وانس داخل ہوکر سادہ لوح لوگوں کے ایمان وعقائد پر ڈاکا ڈالتے اور غلط عقائد کی ترویج کرتے ہیں، اس کو ابتدا ہی میں بند کر دیتا۔

۲۱- بادشاہ کے نابینا ہم نشین نے جب کہا کہ ''اس کے ربّ نے میری بصارت دوبارہ لوٹائی ہے'' تو بادشاہ نے تعجب سے خوش ہوکر پوچھا: میں نے؟!'' یہ اہل کفروالحاد کے کھلے تضاد وتناقض کی

واضح دلیل ہے۔ وہ کیسا ربّ ہے جو لوگوں کو صحت و شفا بخشے اور اس کو خود اس کا علم و ادراک نہ ہو؟

۲۲- بادشاہ نے یہ سوچ کر کہ کہیں حقیقت کے ظہور سے اس کی خدائی اور سلطنت کا بھانڈا نہ پھوٹ جائے۔ ظلم، جبر اور تشدد کے حربے اختیار کرنے میں کچھ بھی دیر نہیں کی۔

۲۳- بادشاہ نے نوجوان کو ورغلانے اور گمراہ کرنے کی اپنی سی کوشش کی۔ اس کی کرامت کو جادوگر سے سیکھے جادو کی طرف منسوب کیا، لیکن نوجوان نے موقعے پر ہی اس جھوٹے دعوے کو رد کر دیا اور صاف بتا دیا کہ ''مَیں شفا دینے کی قدرت نہیں رکھتا۔ شافی، اللہ تعالیٰ کی ذات ہے''۔ اس پر بادشاہ فوراً جبر و تشدد پر دوبارہ اتر آیا، ایک کم عمر، معصوم و بے گناہ نوجوان پر!

۲۴- بادشاہ نوجوان اور نابینا شخص سے تشدد کے ذریعے راز معلوم کرنے میں کامیاب ضرور ہوا، لیکن اس کی کوئی دھمکی اور بہیمانہ طریقے سے قتل و غارت بھی ان کو دینِ حق سے نہ پھیر سکی۔

۲۵- عالمِ دین اور نابینا، شاہی ہم نشین کو آرے سے سر چیرتے ہی موت نے آلیا تھا، لیکن بادشاہ نے ان کے پورے جسم کو دو ٹکڑوں میں چیر دیا تا کہ لاش کی قطع و برید اور مثلہ کے ذریعے اپنا غصہ ٹھنڈا کرے، اور عام لوگوں میں خوف و دہشت پھیلا کر ان کو دینِ اسلام سے دُور رکھ سکے۔

۲۶- جبر و تشدد کے ان سب حربوں کے باوجود نوجوان اپنے دین پر ثابت قدم رہا، اور انجام سے قطع نظر، دینِ حق کو چھوڑنے سے انکار کر دیا۔

۲۷- نوجوان کے دیگر دو ساتھیوں کو بے دردی سے قتل کیا۔ بادشاہ نے اس سے بھی زیادہ ظالمانہ طریقے سے نوجوان کو قتل کیا تا کہ عام لوگوں کو دہشت کے ذریعے دینِ اسلام سے دُور رکھا جا سکے۔

۲۸- اللہ تعالیٰ نے نوجوان داعی کو دو مرتبہ یقینی موت سے بچایا کہ زندگی اور موت کے فیصلے ہی نہیں بلکہ نفع و نقصان کے امور بھی صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ..... (مسند احمد بن حنبل، الحدیث: ۲۶۶۹، عن عبداللہ بن عباسؓ)۔ ایمان کی اس پختگی کے نتیجے میں اعتماد اور ثابت قدمی پیدا ہوتی ہے۔ دنیا کے سب امکانات، اور دروازے بند نظر آئیں تو ہر در اور مشکل کی شاہ کلید صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

۲۹- نوجوان کو یقین ہو گیا کہ ظالم بادشاہ اس کو لازماً سزائے موت دے گا تو کیوں نہ

موت کو بھی دعوت الی اللہ اور اس کی سچائی کا ذریعہ بنایا جائے! قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام۶: ۱۶۲) ”کہو، میری نماز، میرے تمام مراسمِ عبودیت، میرا جینا اور میرا مرنا، سب کچھ اللہ ربّ العالمین کے لیے ہے“۔

۳۰- 'بادشاہ' کو اس نوجوان کے احکام کی تعمیل ذلت آمیز رسوائی سے کرنا پڑی، حالانکہ نوجوان کے مقاصد کو سمجھنے کے لیے، عقل و دانش کی کسی بڑی مقدار کی ضرورت نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی عقل پر پردہ ڈال دیا اور اس کی خدائی کے دعویٰ کو جھوٹا اور غلط ثابت کردیا۔

۳۱- نوجوان کے قتل کے طریقے نے ثابت کردیا کہ وہ اپنی دعوت میں سچا و مخلص تھا، اور اس کی دعوت حق تھی۔ کیونکہ ظالم بادشاہ اپنے سب ہتھکنڈوں سے ایک ننھے نوجوان کو قتل نہ کرسکا، آخر کار اسی کے ربّ کا نام لے کر اس کو قتل کرنے میں کامیاب ہوسکا۔

۳۲- اس کے بعد ظالم بادشاہ نے ظلم و تشدد اور نسل کشی کے ایسے حربوں کو اختیار کیا، جن سے انسانیت اب تک واقف نہ تھی۔

۳۳- جب لوگوں کو نوجوان کے ایمان اور دین کی سچائی کا یقین ہوگیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کے ساتھ ایسی ثابت قدمی نصیب کی کہ موت کو گلے لگالیا اور ہدایت الٰہی کا راستہ نہیں چھوڑا۔

۳۴- آخر میں اللہ تعالیٰ نے ایک خاتون کو ثابت قدمی بخشی اور اس کے دودھ پیتے نومولود کی گفتگو کے ذریعے اس کو معجزہ دکھایا۔

۳۵- اس قصے کا اصل ہیرو ایک نوجوان تھا، جو دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین میں اصل اہمیت علم نافع اور عمل صالح کو ہے، نہ کہ عمر و تجربے کو۔ اللہ تعالیٰ نے دعوت کی تاریخ میں نوجوانوں میں خیر و برکت کی بے شمار مثالیں رکھی ہیں: ابراہیم و عیسیٰ و یحییٰ علیہم السلام، اصحابِ کہف اور صحابہ کرامؓ۔

۳۶- اس دنیا میں اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و مشیت سے اہل ایمان کو فتح و نصرت اور غلبہ عطا فرماتا ہے، تاکہ اللہ کی زمین میں خیر و صلاح اور نیکی و تقویٰ عام ہو، اور اہل ایمان کو اقتدار و غلبہ دے کر آزمائیں کہ وہ کیسے کام کرتے ہیں؟ لیکن یہ غلبہ ہمیشہ کے لیے اور دائمی نہیں ہوتا، کبھی بلکہ اکثر ایسے ہوتا ہے کہ وقتی غلبہ اور فتح، اسلام دشمنوں، کفار و مشرکین کو ملتی ہے جس میں کئی حکمتیں ہیں:

- معاندین ومخالفین کی رسی دراز کرنا، تاکہ خوب ادھم مچالیں۔
- مومنین صالحین میں کھرے اور کھوٹے، سچے ومخلص اور جھوٹے منافقین کی تمیز اور پہچان۔
- مومنین کی سیئات کا کفّارہ، درجات کی بلندی اور اجرعظیم عطا کرنا۔

اہل ایمان کو اگر کبھی کسی زمانے میں اس قسم کی صورت حال سے سابقہ پیش آئے تو یہ ذہن نشین کرلینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے سب فیصلے علم، حکمت، مصالح اور مقاصد پر مبنی ہوتے ہیں۔ یہ قصّہ اہل علم کو مزید غور وفکر کی دعوت دیتا ہے۔

☆ مثلاً: ●مصنف عبد الرزاق ۵/ ۴۲۰، کتاب المغازی، حدیث:۹۷۵۱، المؤلف: ابوبکر عبدالرزاق (م:۲۱۱) المحقق: حبیب الرحمٰن الاعظمی، بیروت، ۱۴۰۳ھ، الاجزاء:۱۱، ●الآحاد والمثانی ۱/ ۲۱۹، الحدیث: ۲۸۷، المؤلف: ابوبکر بن ابی عاصم احمد الشیبانی (م:۲۸۷) المحقق: باسم فیصل احمد، الریاض، ۱۴۱۱ھ، ●مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار ۶/ ۱۸، ●مسند صهیب بن سنان، الحدیث:۲۰۹۰، المؤلف: ابوبکر احمد بن عمرو المعروف بالبزار (م:۲۹۲) المحقق: محفوظ الرحمٰن زین اللہ، المدینة المنورة، ۱۹۸۸ء، ● الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان ۳/ ۱۵۴-۱۵۷، الحدیث:۸۷۳، المؤلف: محمد بن حبان (م:۳۵۴) مرتبہ: الامیر علاء الدین الفارسی (م:۷۳۹) بیروت، ۱۹۸۸ء، الاجزاء:۱۸، ●الطبرانی فی المعجم الکبیر ۸/ ۴۱-۴۲، الحدیث: ۷۳۱۹-۷۳۲۰، المؤلف: سلیمان بن احمد الطبرانی (م:۳۶۰) المحقق: حمدی بن عبد المجید السّلفی، القاهرة، الاجزاء:۲۵ ● البیهقی فی شعب الایمان ۳/ ۱۷۴، الحدیث:۱۵۱۸، المؤلف: احمد بن الحسین البیہقی (م:۴۵۸) المحقق: الدکتور عبد العلی عبد الحمید حامد، ریاض، ۲۰۰۳ء، الاجزاء:۱۴ (۱۳، ومجلد للفہارس) ● النسائی فی السنن الکبریٰ ۱۰/ ۳۲۹، الحدیث:۱۱۵۹۷، المؤلف: ابو عبد الرحمٰن النسائی (م:۳۰۳) المحقق: حسن عبدالمنعم شلبی، بیروت، ۲۰۰۱م، الاجزاء: (10 و2 فہارس)